نظرات

از عتیق الرحمٰن عثمانی

مقامِ شکر ہے کہ مسلم پرسنل لار بورڈ کی طویل و صبر آزما سعی و جد و جہد بالآخر کامیاب ہوئی۔ اور حکومت ہند کی طرف سے پارلیمنٹ کے موجودہ اجلاس میں مطلقہ کے نان و نفقہ سے متعلق قوانین یعنی شریعت کی روشنی میں بنا ہوا بل پیش کر دیا گیا ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ پارلیمنٹ کے اسی اجلاس میں پاس کر دیا جائے گا۔ اس بل کے پاس ہو جانے کے بعد ہندوستان کی ایک بڑی مسلم اقلیت کی وہ بے چینی و بے اطمینانی یقیناً دُور ہو جائے گی جو گذشتہ سال سپریم کورٹ کے ایک فیصلے، جو اس نے شاہ بانو والے مقدمہ میں سُنایا تھا، سے پیدا ہو گئی تھی۔ ہندوستانی مسلمان بلکہ یوں کہنا زیادہ صحیح و مناسب ہوگا کہ پوری ملّت اسلامیہ سپریم کورٹ آف انڈیا کے فیصلے سے ہل گئی تھی اور سنجیدہ و متین طبقہ تک نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ حکومتِ ہند اب کسی بھی وقت مسلم پرسنل لار کے خاتمہ کا اعلان کرتے ہوئے پورے ملک میں یکساں سول کوڈ نافذ کر دے گی۔ ان خدشات کو اس بات سے اور بھی تقویت ملی جب کچھ غیرت "دانشمندوں" "مفکروں" "مدبّروں" کی طرف سے سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کی سراہنا و تائید کرتے ہوئے حکومتِ ہند پر مسلم پرسنل لار کے خاتمہ کرنے پر زور ڈالا گیا تھا اور اس رو میں وہ لوگ تک بہہ گئے تھے جو مسلمانوں کے 'ہمدرد' کہے جاتے تھے اور وہ پہر ملا اعتراف کرتے پھرتے تھے کہ ہندوستان میں مسلم اقلیت کے ساتھ امتیازی سلوک ہو رہا ہے جو ملک و قوم کے لیے کسی بھی طرح مفید نہیں ہے۔

لیکن اس سب سے بھی بڑھ کر یہ امر تو بڑا ہی حیرت انگیز، افسوسناک اور تاریخِ مسلم میں انتہائی شرمناک و بدنما داغ و دھبہ ہے کہ مسلم پرسنل لار کے خاتمے کے لیے غیر مسلم حضرات

بزدل ہو سکتے تھے اور اس کی بات کسی حد تک سمجھ میں بھی آتی ہے، آخر تنگ نظری، تعصب وفسطائی ذہنیت اور حسد و بغض ابھی ہمارے ملک سے ختم تھوڑے ہی ہوئے ہیں بلکہ وہ تو آزادی ہند کے بعد دل و دماغ کی گہرائیوں تک میں اور بھی زیادہ گھر کر گئے ہیں، اپنے آپ کو ترقی پسند و ماڈرن کہنے والے نام نہاد مسلمانوں نے جس طرح گلے پھاڑے اور اپنے آپ کو حمید دلوائی و چھاگلہ کی صف میں شامل ہونے کے لیے جو بےقراری، امنگ اور جوش و خروش دکھایا، اسے دیکھ کر تو ہر سنجیدہ انسان کے ہوش و حواس ہی باختہ ہو گئے۔ اسلام کی تاریخ میں ایسے لوگوں کو "منافقین" کہا گیا ہے، عام مسلمانوں کا ان سے تعلق مذہبی طور سے بالکل منقطع رہا ہے۔ مگر اس دور میں ان منافقین کی کوئی پہچان ہی نہیں رہ گئی ہے، ایک طرف وہ اپنے کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور دوسری طرف خالص مذہبی نقطۂ نظر کا کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو وہ علمائے کرام کی رائے و مشوروں کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے خود ہی اس انداز سے اظہارِ خیال کرنے لگ جاتے ہیں کہ جیسے وہ مذہبی مسائل پر قدرت و دسترس رکھتے ہیں اور ان پر "سندِ آخر" ہیں اور اس سلسلے میں انھوں نے کھلم کھلا معاندِ اسلام یا ان مستشرقین کو بھی پیچھے چھوڑ دیا جو مذہبِ اسلام، شریعت اور اسلامی تاریخ و علوم و فنون سے واقفیت رکھتے ہوئے بھی اس پر اپنی کوئی حتمی رائے (فتویٰ) دینے کے کبھی مجاز نہیں ہوئے ——

ایک مرکزی وزیر جو اپنے کو مسلمان بھی کہتے ہیں، نے نہ معلوم کس مفاد میں، چاپلوسی، خوشامد یا وفاداری جتلانے کے چکر میں قرآن پاک اور احادیث کی اس انداز میں توضیح و تشریح کی کہ جیسے وہ عالم ہیں، مفتی ہیں یا علامہ ہیں۔ علماء اسلام چیختے رہے، چلاتے رہے لیکن وہ اسلامی مسائل کی توضیح و تشریح کرنے سے باز نہیں آئے اور حد ہے کہ جب حکومت ہند نے علماء کرام اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کی رائے و مطالبہ کا احترام ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے تحفظِ شریعت بل منظوری کے لیے پارلیمنٹ میں پیش کر دیا تو انھوں نے ہٹ دھرمی، ڈھٹائی و کج فہمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرکزی وزارت ہی سے استعفیٰ دے دیا —— اب اسے کیا کہا جائے؟

اسلام سے بغاوت ؟ یا کچھ اور ؟ مزے کی بات یہ ہے کہ اس پر بھی وہ نام سے مسلمان ہیں ــــــــــ یہاں ہم یہ بات کہے بغیر نہ رہیں گے کہ یہ ہندوستان کی مظلوم اقلیت کی بدنصیبی ہے کہ اب تک ہندوستان میں جس قدر بھی فرقہ وارانہ فسادات ہوئے اور جس میں انھیں بے تحاشہ ظلم و ستم کا نشانہ بننا پڑا ۔ اس کے خلاف ، غیرمسلموں کو چھوڑیے ان سے ہمیں شکوہ و شکایت کا کوئی حق ہی نہیں پہنچتا ، کسی مسلمان وزیر نے حکومت اور برادرانِ وطن کو خبردار و تنبیہہ کرنے ، ان کی آنکھیں کھولنے ، یا ان کی اس طرف توجہ منعطف کرانے کی غرض ہی سے کبھی کوئی استعفیٰ دیا ؟ استعفیٰ دینا تو بڑی بات ہے کسی مسلمان وزیر کو اتنی بھی توفیق نہ ہوئی کہ وہ ہندوستان میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات میں اقلیت پر یکطرفہ ظلم و ستم ، پولیس اور فوج میں بھرتی میں ناانصافی اور دیگر جگہوں میں ان کے ساتھ امتیازی سلوک کے خلاف آوازِ حق ہی بلند کر دیتا ــــــــــ آزادی کے ۳۹ سال بعد کسی مسلمان وزیر کا ازخود استعفیٰ سامنے آیا بھی تو کم بخت وہ بھی اسلامی عقائد اور مسلم اجتماعیت ہی کے خلاف ! ۔ یہ افسوس ہی نہیں ماتم کی بات ہے اور اس پر جتنا بھی سر پیٹا جائے ، رویا جائے ، کم ہی ہے ! ۔

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں ایک پہلو اور بھی پیشِ نظر رکھا جائے ۔ ہندوستان کی ملتِ اسلامیہ کے لیے بیسویں صدی کا ایک سب سے بڑا یہ بھی المیہ ہے کہ بعض مسلمان کوٹ پتلون زیب تن کر کے ٹائی باندھ کر ، انگریزی سیکھ کر ، سائنسی معلومات حاصل کر کے یا کسی اونچی کرسی پر بیٹھ کر اپنے قومی مفادات و ضروریات سے روگردانی کرتے ہوئے ، اسلام مخالف حرکات کے مرتکب ہوتے ہوئے اور اسلامیت سے شرماتے ہوئے اپنے کو " ماڈرن مسلمان " بننا یا کہلوانا باعثِ فخر و مسرت سمجھتے ہیں ، اس کے برعکس غیرمسلم انگریزی تعلیم اور سائنسی شعور و گیان پا کر بھی اپنے کو فخریہ ہندو کہلواتے ہوئے ملک و قوم اور دھرم کی خدمت میں منہمک و مشغول اور مستغرق ہونے

میں اپنی فلاح سمجھتے ہیں۔ اس دائرے میں چاہے سوامی دیویکا نند، بال گنگا دھر تلک مدن موہن مالویہ، گوپال کرشن گوکھلے، ڈاکٹر راجندر پرشاد، ولبھ بھائی پٹیل، پرشوتم داس ٹنڈن، ڈاکٹر سمپورنا نند وغیرہ سے لے کر گول والکر، نانا جی دیشمکھ، بالا صاحب دیورس یا ہندوستان ٹائمز کے ارون شوری ہی کیوں نہ ہوں گھوم پھر کر اور لے دے کر ملت اسلامیہ ہند کے لیے بس علمائے اسلام ہی کے شاندار ماضی وحال کی عظیم و اعلیٰ خدمات ہی کے سائے میں امن وعافیت اور چین وسکون ہے جسے کچھ دشمنانِ اسلام چھین لینے کے درپے ہیں۔

بہرحال حکومتِ ہند اور وزیر اعظم جناب راجیو گاندھی نے چاپلوسی، خوشامد یا تو وفاداری جتلانے والوں کا مقصد و نظریہ کی پول خوب سمجھتے ہوئے ملتِ اسلامیہ ہند کی حقیقی آواز یعنی علمار اسلام کی رائے کا ہی احترام کرنا ملک و قوم کے مفاد میں ضروری و اہم اور صحیح سمجھا۔ اور انھوں نے یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہوئے کہ خالص مذہبی مسائل میں صرف اور صرف علمائے کرام ہی کی رائے و مشورہ صائب اور مقابلِ فوقیت ہے، تحفظ شریعت بل مرتب کرایا۔ علمائے کرام سے مشورہ ورائے ہر ہر مرحلے پر طلب کی گئی، مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ داران عالمِ اسلام کی بہت ہی معتبر ہستی و عظیم شخصیت حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی اور امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی جیسے جید و ثقہ عالموں سے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد جو بل پارلیمنٹ میں منظوری کے لیے پیش کیا گیا ہے اس کے بارے میں بہتر ہوگا کہ ہم خود کچھ کہے بغیر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا منت اللہ رحمانی امیر شریعت کا بیان پیش کرنے پر اکتفا کریں۔ ملاحظہ فرمائیں مولانا منت اللہ رحمانی کا بیان جو اخبارات میں شائع ہوا ہے:

"ہمیں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجا لانا چاہیے کہ اسی نے محض اپنے فضل وکرم سے ہماری تمناؤں کو پورا کیا اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جد وجہد کو شرفِ قبول بخشا۔ اور ہماری کوششیں کامیاب ہوئیں ہماری جد وجہد کا مقصد صرف یہ ہے کہ مطلقہ عورتوں کو

سہولتیں مہیا کی جائیں اور مستقبل میں ان کی عزت وحرمت کو متعین بنا دیا جائے اور اس مقصد میں کامیابی اسلامی قوانین کے زیر سایہ ہی ہو سکتی ہے۔ مطلقہ کے لیے بھی اسلامی قوانین رحمت و مودت اور حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے۔ حکومت ہند نے مطلقہ کے نفقہ سے متعلق یہ بل لاکر خواتین کے حقوق کے تحفظ کی طرف ایک قدم آگے بڑھایا ہے، جس کے لیے حکومت شکریہ کی مستحق ہے۔"

دفعہ ۱۲۵ سی آر پی کے ذریعہ مطلقہ کو ملنے والے حقوق بہت تھوڑے، عارضی اور غیر یقینی ہیں جو مستقبل کے لیے قطعاً ناکافی ہیں۔ کیوں کہ دفعہ ۱۲۵ سی۔آر۔پی سی کے ذریعہ مطلقہ کو اگر وہ نادار ہے تو سابق شوہر سے تا نکاح ثانی اور بصورت دیگر تاحیات نفقہ ملے گا۔ اگر شوہر نادار ہو تو مطلقہ کو دوسروں کا سہارا لیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں یا اگر طلاق کے بعد شوہر کا انتقال ہو جائے تو پھر مطلقہ کو گھر سے باہر آکر دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا ہی پڑے گا لیکن اسلام نے مطلقہ کی بلکہ یوں کہیے کہ خواتین کی عزت وحرمت کا پورا لحاظ کرتے ہوئے ان کی ناداری کے پیش نظر بہر صورت ان کے نفقہ کے مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔ ایک عورت شادی کے بعد وہ اپنے شوہر کے گھر آئی تو شوہر عزت ومحبت کے ساتھ اس کے نفقہ کا پابند ہے اگر اتفاقاً طلاق ہو گئی تو عدت تک مطلقہ کا نفقہ شوہر ہی کے ذمّہ ہے عدت کے بعد وہ اپنے والدین کی طرف لوٹے گی اگر اولاد ہے تو اس کے ذمّہ اس کا نفقہ ہوگا ورنہ ذی رحم محرم ورثا جو اس مطلقہ کی جائداد میں حصّہ دار ہو سکتے ہیں اس کے نفقہ کے ذمہ دار ہوں گے اور اگر اس کے ورثا بھی نادار ہوں یا اتفاقاً کوئی وارث ہی نہ ہو تو بیت المال (حکومت) اس کو نفقہ دے گا۔ یعنی شوہر نادار ہو یا انتقال کر جائے جب بھی اور عدت کے بعد اس کے ورثا اتفاقاً بالکل نہ ہوں یا ہوں مگر نادار ہوں جب بھی مطلقہ کے نفقہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا وہ اسے ملتا ہی رہے گا۔ آنے والے بل میں صرف یہ ہوا کہ بیت المال کے بجائے آخر میں مطلقہ کی ذمّہ داری "وقف بورڈ" پر ڈالی گئی تو ذرا غور کیجیے کہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے اور اس بل میں جو پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا ہے

کوئی مرحلہ ایسا نہیں آتا کہ مطلقہ بے سہارا ہو اور اسے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے اور دفعہ ۱۲۵ نفقہ کا سارا بوجھ سابق شوہر پر ڈالتی ہے اور اگر شوہر نادار ہو یا طلاق کے بعد شوہر کا انتقال ہو جائے تو مطلقہ کے لیے تمام راستے بند ہیں اب اس مطلقہ کو کس کے گھر جاکر رہنا ہوگا اور روٹی کپڑے کے لیے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا ہوگا اس لیے میں کہتا ہوں کہ اس بل کے ذریعہ حکومت نے مطلقہ کے حق میں ایک اچھا قدم آگے بڑھایا ہے جس کی وجہ سے مطلقہ کے حقوق محفوظ ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد ایک بات اور سوچنے کی ہے دفعہ ۱۲۵ کی ضمن ۳ و ۴ دیکھیے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اسے شوہر کے گھر رہنا ہوگا اور اگر وہ سابق شوہر کے گھر رہنے سے انکار کر دے تو شوہر کو حق حاصل ہوگا کہ مجسٹریٹ کے یہاں درخواست دے کر نفقہ بند کرا دے۔ اب ذرا سوچیے مطلقہ کا سابق شوہر کے گھر رہنا اور اسی سے نفقہ پاکر گذر اوقات کرنا یہ عورتوں کے مقام کو بلند کرتا ہے؟ یا یہ اُن کی بے عزتی اور ذلت ہے!

اس موقعہ پر ہمیں آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ ایک ایسی بے لوث قومی خدمت میں ہمہ وقت پیش پیش رہنے والی محترم شخصیت حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی قبلہ مرحوم و مغفور کی یاد بے ساختہ آرہی ہے جو مسلم پرسنل لاء بورڈ کے بانیوں میں سے ایک تھے اگر آج وہ حیات ہوتے تو پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ بھی ان کی فہم و بصیرت سے حل ہو جانا بڑی بات نہ ہوتی۔ بہرحال حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم، جناب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (لکھنؤ) جناب محمد یونس سلیم صاحب مدظلہٗ، امیر شریعت وغیرہ کی اس نازک وقت میں مسلم پرسنل لاء کے سلسلے میں محنت و مساعی جمیلہ کو دیکھ کر برزخ میں حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ کی روح یقیناً شاداں و فرحاں ہو رہی ہوگی ——